عبداللہ طارق سہیل

جگرِ لخت لخت! وغیرہ وغیرہ

● جس طرح امتحانات کے مراکز پر محکمہ تعلیم کے افسر چھاپے مارتے ہیں یہ دیکھنے کے لیے کہیں نقل تو نہیں ہو رہی اسی طرح سے ہماری جنگ بھی ایسا امتحانی عمل ہے جس پر چھاپے مارنے کے لیے ''ہائر ایجوکیشنل کمیشن'' کی طرف سے چھاپہ مار ٹیمیں گاہے بگاہے پاکستان تشریف لاتی رہتی ہیں۔ اگر چہ سائبر ٹیکنالوجی کے اس دور میں ہائر کمیشن کو ''فزیکل'' دوروں کی ضرورت نہیں اسے اپنے سنٹر ہی میں بیٹھے بٹھائے ساری کارکردگی رپورٹ مل جاتی ہے لیکن شاید ہماری ''عزت افزائی'' کی خاطر یہ دورے ضروری خیال کیے جاتے ہیں۔

تازہ معائنہ ٹیم امریکی وزیر جان کیری کی شکل میں چھاپہ مارنے تشریف لائی۔ مسئلہ یہ ہے کہ جب طالب علم پرچہ دے چکا ہو تب بھی اسے کمرۂ امتحان میں بیٹھنے پر مجبور کیا جائے اور اس پر چھاپہ مارا جائے تو اسے کیا سمجھا جائے؟ بہر حال کیری نے تشریف لا کر مزید امتحانی ہدایات دیں۔ فرمایا حقانی نیٹ ورک اور لشکر طیبہ کے خلاف مزید کارروائی کی جائے۔ اب پرچہ سے فارغ ہو کر چھٹی کا منتظر طالب علم کیا کرے؟ حقانی نیٹ ورک کا صفایا ہو چکا۔ سرتاج عزیز نے چھاپہ مار کیری کو بتا بھی دیا کہ اسے تو ہم نے تباہ کر دیا ہے اور لشکر طیبہ کی جہاں تک بات ہے، وہ مقبوضہ کشمیر میں ہے۔ پاکستان میں ہے ہی نہیں لیکن چھاپہ مار ٹیم کہتی ہے کہ نہیں دونوں کے خلاف کارروائی کرو۔ لشکر طیبہ کی حد تک تو طالب علم نے پھر سے پرچہ دینے کی حامی بھر لی ہے۔ وزیر اعظم نے کہا ہے آزاد کشمیر میں بھی فوجی عدالتیں بنیں گی۔ جو لکیر کے اس پار لشکر طیبہ کے لوگ ہیں ان کے بہت سے رشتہ دار لکیر کے ہمارے والی طرف موجود ہوں گے۔ لشکر طیبہ کی حد تک چھاپہ مار کیری کو مطمئن ہو جانا چاہئے لیکن پھر سے تباہ کرنے کے لیے نواز شریف حقانی نیٹ ورک کہاں سے لائیں گے؟ پہلے بنایا، پھر توڑا، اب توڑ دیا تو امریکی مطالبہ یہ ہے کہ ایک بار پھر سے بناؤ اور پھر سے توڑو۔ (روزنامہ نئی بات، لاہور، 15 رجنوری 2015)

● ایک حکومتی عہدیدار نے کہا ہے کہ جان کیری کی آمد پر پاکستان نے ان کے ہر سوال کا ڈٹ کر دوٹوک جواب دیا۔ یعنی بڑی جرأت دکھائی! تصوّر ہی کیا جا سکتا ہے کہ سوال کس نیاز مندی سے کیا گیا ہو گا اور جواب قومی خود مختاری کو اونچا رکھتے ہوئے کس بانک پن سے دوٹوک انداز میں دیا گیا ہو گا۔ شاید اس طرح کا سوال جواب ہوا ہو گا:

سوال: حقانی نیٹ ورک پر پابندی لگانے کا سوال ہے بابا!

جواب: (اکڑ کر) لگا دی۔ آپ وطن واپسی کے لیے ابھی ایئر پورٹ نہیں پہنچیں گے کہ (مزید اکڑ کر) کہ پابندی کا نوٹیفکیشن

جاری ہو جائے گا۔

سوال: (لجاجت سے) جماعت الدعوۃ پر بھی پابندی کا سوال ہے بابا۔

جواب: کچھ دن ٹھہر کر یہ سوال کرنا۔ فوری طور پر پابندی لگانا مشکل ہے۔ اس لئے کہ ابھی عدلیہ کو قابو میں لانے کا مرحلہ شروع ہی ہوا ہے۔

سوال: سیاسی اسلام والے سارے مدرسے بند کر دو۔ ایسی ہماری گزارش ہے۔

جواب: (کڑک کر) رجسٹریشن کا قانون بن گیا ہے 21 ویں ترمیم بھی آ گئی ہے۔ آپ دیکھتے جایئے دہشت گردوں کے سہولت کار ہونے کا الزام لگا کر سارے قاری مولوی پکڑ لیں گے۔ تھوڑی مہلت آپ ہمیں دے دو، زمانہ قدیم کی یہ یادگاریں زمانہ قدیم میں پہنچا دیں گے۔ (اکڑ کر) اور حکم......

سوال: سرکاری نصاب میں اب بھی کچھ نہ کچھ اسلامی مواد موجود ہے۔ اس کی جگہ عیسائیت، ہندو تہذیب، پاگان ازم وغیرہ کے مضامین شامل کریں اور نصاب کو روشن خیال بنائیں۔

جواب: (اکڑ کر) بہت معمولی باقیات رہ گئی ہیں جلد صفایا ہوگا، روشن خیالی کی جامع خبر آپ کو ملے گی (گرج کر) اور حکم!

سوال: دہشت گردی کی جنگ میں مزید خرچا کرو بابا اور آئین سے قرارداد مقاصد نکالو اور سیکولر آئین ڈکلیئر کرو۔

جواب: یہ پٹرول کا بحران اور کس لئے پیدا کیا ہے۔ خاصا فنڈ جنریٹ ہوگا۔ کم پڑا تو ایک دو بحران اور پیدا کر دیں گے۔ ہمارے پاس پیدا کرنے کے لیے بحرانوں کی کمی نہیں ہے۔ اور قرارداد مقاصد والا کام عدلیہ پر کمبل ڈالنے کے بعد ہوگا۔

سوال: فی الحال اتنا ہی۔ باقی پھر۔

جواب: بس اتنا مختصر ایجنڈا؟ سخت افسوس ہے آئندہ دورے پر ذرا لمبی فہرست لایئے گا۔

(روزنامہ نئی بات، لاہور، 21/جنوری 2015)

- سابق صدر آصف علی زرداری کہا کرتے تھے، ہم تاریخ لکھیں گے۔ وہ تو تاریخ شاید نہیں لکھ سکے یا اُدھوری چھوڑ دی لیکن میاں نواز شریف نے تاریخ لکھ دی۔ ایسا کام کر دیا جو ناممکنات کے ٹاپ ٹین کے ٹاپ پر تھا۔

جب بھی مارشل لاء لگا، کچھ پارٹیوں نے حمایت کی، کچھ نے مخالفت۔ مخالفت والی کچھ حامی، کچھ سے کچھ زیادہ رہیں۔ نواز شریف نے یہ تاریخ رقم کی کہ سب کو حمایت میں اکٹھا کر دیا۔ اب جو نظام آیا ہے اس میں حکمرانی جن کی ہے، ان کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب نواز حکومت کو حکمرانوں کی بی ٹیم ضرور کہا جا سکتا ہے اور پیپلز پارٹی سمیت دوسری تمام جماعتوں بشمول تحریک انصاف اور جماعت اسلامی اور اے این پی کو نواز حکومت کی بی ٹیم یعنی ایسی بی ٹیم جو پہلے سے کسی بی ٹیم کی بی ٹیم ہے۔ رہی متحدہ، وہ تو ”حکمرانوں“ کی پچھلے 22 سال سے اتحادی ہے۔ اس کی یہ ”اخلاقی برتری“ اب اور بھی

بڑھ جائے گی کیونکہ سنا ہے کہ آپریشن کی حمایت کے بدلے اس کے ''سہولت کاروں'' کو مزید سہولیات و مستثنیات دینے کا یقین دلا دیا گیا ہے۔

نہیں، اس نظام کو مارشل لا نہیں کہا جا سکتا۔ مارشل لا اسے کہتے ہیں جو خود کہے کہ میں مارشل لا ہوں۔ مشرف نے مارشل لا لگایا لیکن خود کو مارشل لا ایڈمنسٹریٹر نہیں کہا بلکہ چیف ایگزیکٹو کہا، چنانچہ سب نے اسے چیف ایگزیکٹو ہی کہا۔ کسی نے چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر نہیں کہا۔ پھر اس نے کہا چیف ایگزیکٹو بھی نہیں ہوں، میں تو صدر ہوں، اس لیے سب نے اسے صدر کہا، کسی نے چیف ایگزیکٹو نہیں کہا۔ ثابت ہوا کہ مارشل لا وہ ہوتا ہے جو خود اپنے منہ سے خود کو مارشل لا کہے۔ چنانچہ مزید ثابت ہوا کہ موجودہ نظام مارشل لا بالکل نہیں ہے۔ یہاں تو وزیر اعظم موجود ہے۔ بھلا مارشل لا میں بھی کوئی وزیر اعظم ہوتا ہے؟ آئین بھی بحال ہے اگرچہ سپریم کورٹ میں فیصلے چیلنج نہیں کیے جا سکتے لیکن آئین بحال ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آئین بحال ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ 1971ء کے بعد سے اس ملک میں آئین کبھی غیر بحال ہوا ہی نہیں۔ تو پھر سیدھی بات ہے کہ یہ مارشل لا نہیں ہے۔

اور سیدھی بات حکومت کا یہ بیان بھی ہے کہ فوجی عدالتوں میں صرف دہشت گردوں کے خلاف ہی مقدمہ چلے گا، کسی اور پر نہیں چلے گا۔ دہشت گرد کی تعریف کیا ہے؟ ڈرون حملے اور بمباری میں جو بھی مرے وہ دہشت گرد ہے اور پولیس مقابلے میں جو بھی مرے دہشت گرد ہے۔ سائنس اتنی ترقی کر گئی ہے کہ بم اور میزائل صرف دہشت گردوں پر گرتا ہے اور صرف انھی کو مارتا ہے۔ اس لیے کسی کو یہ تعین کرنے کی زحمت نہیں کرنا پڑتی کہ کس پر بم گرایا جائے۔ بس ''بم گرا دو'' وہ خود بخود دہشت گردوں پر جا پھٹے گا، جو مرے گا وہ دہشت گرد ہوگا اور پولیس اتنی سیانی ہوگئی ہے کہ وہ دہشت گردوں کو دور ہی سے پہچان لیتی ہے۔ اس تعریف میں نیا اضافہ یہ ہوگا کہ پولیس جسے پکڑ کر عدالت کے حوالے کرے گی، وہ دہشت گرد ہوگا اس لیے کہ پولیس کسی غیر دہشت گرد کو پکڑے گی ہی نہیں۔ چنانچہ حکومت کا یہ بیان بالکل سچ ہے کہ ان عدالتوں میں مقدمے صرف دہشت گردوں پر چلیں گے۔ رہا یہ سوال کہ عوام کو یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کون دہشت گرد ہے/ تھا، تو ان کے لیے گواہ موجود ہے یعنی میڈیا۔ اُدھر ڈرون حملہ ہوتا ہے، اِدھر میڈیا یہ ٹکر چلاتا ہے، ڈرون حملہ، اتنے دہشت گرد ہلاک ہوئے۔ اتنے مستند گواہ کی موجودگی میں یہ فکر کرنے کی ضرورت ہی کہاں رہ جاتی ہے کہ عوام کو کسی کے دہشت گرد ہونے کا کیسے پتہ چلے گا۔ سیدھی بات، جو مر گیا، وہ دہشت گرد، جو پکڑا گیا، وہ بھی دہشت گرد، جسے میڈیا نے دہشت گرد کہہ دیا، وہ تو تصدیق شدہ دہشت گرد۔ (روزنامہ نئی بات، لاہور، 28ر دسمبر 2014ء)

● پولیس کی تفتیش کیسے ہوتی ہے اور جرم، خاص طور سے قتل کے کیس میں ثبوت کیوں ضروری ہے؟ یہ اتنے مشکل سوال ہیں کہ شاید نواز شریف کے لیے ان کا سمجھنا آسان نہیں ہے یا پھر یہ اتنے غیر اہم ہیں کہ نواز شریف کو ان پر غور کی ضرورت ہی نہیں۔

چند ہفتے پہلے گرین ٹاؤن لاہور میں ایک معصوم بچے معین کا دردناک اور وحشیانہ قتل ہوا۔ اسے زیادتی کے بعد مسجد میں مؤذن کے کمرے کے باہر پھانسی دے دی گئی۔ پولیس نے مؤذن اور امام مسجد کو فوراً گرفتار کر لیا اور دو ہفتے تک ان کے ساتھ وہ کیا کہ کیا گوانتاناموبے والوں نے بھی القاعدہ کے ساتھ کیا ہوگا۔ آخرکار مؤذن نے اعتراف جرم کر لیا۔ نہ صرف اعتراف بلکہ پوری تفصیل بھی بتادی کہ اس نے بچے کو کیسے اغوا کیا، کیسے قابو کیا، کس طرح پھندا بنایا، کس طرح گردن توڑی۔

21ویں ترمیم کے مطابق سرسری سماعت کی عدالتوں کو فیصلہ کے لیے صرف تفتیشی افسر کا بیان چاہیے۔ تفتیشی افسر کا بیان یہ تھا کہ مؤذن نے بچے کو اغوا کیا، اس کی گردن توڑی، پھر پھندے سے ٹانگ دیا۔ اب سوچیے، یہ مقدمہ سرسری عدالت میں چلتا تو مؤذن کا اب تک چہلم بھی ہو چکا ہوتا لیکن اتفاق سے عدالتیں بنتے بنتے دیر ہوگئی اور اس دوران اصل قاتل نے اعتراف جرم کر لیا۔ مؤذن کی جان بچانے میں لاہور کے سی سی پی او امین وینس کی فرض شناسی نے کردار ادا کیا۔ اس نے ڈی این اے ٹیسٹ کرایا۔ سرسری قانون میں خدا جانے ڈی این اے ٹیسٹ کی کچھ اہمیت ہے کہ نہیں۔

نیا انصاف ثبوت ''گواہی'' شہادت سے بے نیاز ہے۔ ایک اور واقعہ کا ذکر بھی ہو جائے۔ ایک قاتل کو ہائیکورٹ نے اس وقت بری کر دیا جب اسے یہ ثبوت ملے کہ مقتول کو کسی اور نے قتل کیا تھا لیکن لواحقین نے جن کی مبینہ قاتل سے دشمنی تھی، حساب چکانے کے لیے اسے نامزد کر دیا۔ اسے ماتحت عدالتوں سے سزائے موت ہوئی تھی۔

ابتدائی شواہد پر کہیں بھی اور کبھی فیصلے نہیں سنائے جاتے۔ اصل مجرم کئی بار کوئی اور نکلتا ہے۔ لیکن نئے انصاف میں طے ہے کہ جو بھی گرفتار ہو، اسے پھانسی دی جائے گی۔ چلیے، اس پر کوئی اعتراض نہیں لیکن نام پر اعتراض ہے اور ایک نہیں دو دو اعتراض۔ ایک تو یہ کہ سرسری سماعت کا لفظ ختم کیا جائے۔ سرسری سماعت اس کارروائی کو کہتے ہیں جس میں سماعت کا دورانیہ مختصر ہو۔ جہاں سماعت کی کوئی گنجائش ہی نہ ہو اسے سرسری سماعت کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اسے تو لاپتہ سماعت کی عدالت کہئے اور پھر دوسرا اعتراض لفظ عدالت پر ہے۔ عدالت کا لفظ عدل سے نکلا ہے۔ ہاں کورٹ کہنے میں کوئی حرج نہیں کہ کورٹ کے لفظی معنوں میں عدل کا ذکر نہیں ہے۔ تو نیا نام یوں کیوں نہ رکھ لیا جائے کہ لاپتہ سماعت کی کورٹ۔ اور پھر جتنے چاہیں دار پر چڑھا دیں۔ کم از کم عدل کا لفظ تو دہائی نہیں دے گا۔

کیسی مزے کی لیکن ''بامعنی'' دلیل دی جا رہی ہے کہ عام عدالتیں گواہوں اور ثبوتوں کے بغیر سزا نہیں سناتیں اس لیے فوجی عدالتیں ضروری ہیں۔ بگلے کا شکار اس کے سر پر موم بتی رکھ کر کرنے کی آخر کیا ضرورت ہے۔ آئین میں غیر آئینی کے بجائے ''آئینی'' ترمیم کرتے اور ضابطہ فوجداری بدل دیتے۔ عدالتوں کے لیے طے کر دیتے کہ وہ ثبوت اور گواہوں کے چکر میں نہیں پڑیں گی اور پولیس کے تفتیشی افسر کی سفارشات پر عمل درآمد کی پابند ہوں گی۔ یوں مقصد بھی پورا ہو جاتا اور غیر آئینی اقدام کی تہمت سے بھی بچ جاتے۔ خیر، یہ بحث تو بے فائدہ ہے لیکن اس تفتیشی افسر کو انعام کون دے گا

جس نے قتل سے لاعلم اور لاتعلق مؤذن سے نہ صرف اعتراف جرم کرالیا بلکہ ارتکاب جرم کی لحہ بہ لحہ تفصیل بھی حاصل کر لی۔ اسے کیوں نہ نوبل امن انعام کے لیے نامزد کیا جائے۔(روزنامہ نئی بات، لاہور، 17/جنوری 2015ء)

● ایک تو پختون ہونا جرم تھا ہی، اب پختونوں جیسی شکل والا ہونا بھی گناہ ہوگیا، کسی شہر سے خبر ہے کہ ایک پٹھان نما پنجابی تندور پر آیا اور 80 روٹیاں مانگیں۔ بس، تندورچی نے سمجھا کہ باونٹی ہاتھ میں آ گئی۔ جھٹ پولیس کو فون کیا کہ دہشت گرد کھڑا ہے، باتوں میں لگا رکھا ہے، جلد پہنچو۔

پولیس آئی اور اسے پختون سمجھ کر اٹھا لے گئی۔ تھانے جا کر تفتیش کی تو پتہ چلا، پنجابی ہے، شکل پختونوں سے ملتی ہے۔ دہشت گردی کا آدھا الزام جھڑ گیا۔ مزید تفتیش سے پتہ چلا کہ گھر میں شادی ہے، اس کے لیے روٹیاں لینے آیا ہے۔ باقی آدھا الزام بھی جھڑ گیا۔ جان بچی سو لاکھوں پائے، 80 روٹیاں لیے بغیر ہی پختون نما، پنجابی اپنے گھر پہنچا تو وہاں دہرا جشن ہوگیا۔ ایک تو شادی کا جشن جو پہلے تھا ہی، دوسرا اس بات کا کہ ہمارا جی پھانسی سے بچ گیا۔ پھانسی نہ سہی، پولیس مقابلہ تو کہیں نہیں گیا تھا اور پھر اخبار میں چھپنے والی سرخی کہ مقابلے میں مارے جانے والے "کمانڈر" کے سر پر ایک کروڑ روپے انعام تھا، 80 روٹیوں سمیت پار ہوگیا لیکن پٹھان نما پنجابی کی خوش قسمتی سے تھانیدار سست اور کاہل تھا، اس نے پولیس مقابلہ کرنے کے بجائے تفتیش شروع کر دی۔ زیادہ روٹیاں خریدنے والا دہشت گرد ہوتا ہے، یہ فارمولا پاکستان ہی میں بن سکتا تھا، باقاعدہ ٹی وی پر دیکھا کہ ہدایت نامہ انسداد دہشت گردی میں بتایا جا رہا تھا کہ تندور پر نظر رکھو جو زیادہ روٹیاں خریدے، وہ دہشت گرد ہے۔ مولا کریم نے ایسے "سمجھدان" پاکستان ہی میں پیدا فرمائے ہیں، کیا کیجیے، مشیت الٰہی ہے۔ اگر دہشت گرد کسی گھر کو اڈہ بنائے ہوئے ہوں گے تو وہ ایک ہی بار آٹے کی بوری کیوں نہیں خریدیں گے، دن میں تین تین بار 80 روٹیاں لینے تندور پر کیوں جائیں گے اور خود کو مشکوک کیوں بنائیں گے۔ ہمارے سمجھدانوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آسکی۔

یہ لکھ کر بھی غلطی کر دی۔ اب نیا ہدایت نامہ ٹی وی پر یوں نشر ہوگا کہ جو بھی آٹے کا تھیلا خریدتا ہوا پایا جائے، پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دو۔ گویا بھلائی اسی میں ہے کہ آٹا تھیلا مت خریدو، دکان دار کے پاس جاؤ اور جھولی پھیلا کر کہو، دو کلو آٹا ڈال دو، دو کلو اور لینے شام کو پھر آجاؤں گا، جھولی سمیت!(روزنامہ نئی بات، لاہور، 22/جنوری 2015ء)

● ذہین وزیر اطلاعات پرویز رشید نے چند روز پہلے ایک نہایت ذہین بیان دیا تھا۔ بیان بظاہر عمران خان اور ایاز صادق کے ووٹوں کی گنتی سے متعلق تھا لیکن اس کی معنویت اب کھلی ہے۔ بیان تھا: تم کتنے تھیلے کھولو گے، ہر تھیلے سے شیر نکلے گا۔ اس شعر نما بیان میں وزن اگرچہ نہیں ہے لیکن معنوی موزونیت بلا کی ہے۔ ذرا تصور میں نقشہ جمائیے، ایک تھیلا ہے اسے کھولا جاتا ہے تو اس میں سے شیر نکلتا ہے۔ یعنی تھیلا بند شیر۔ اور یہ مسلم لیگی کو وزیر موصوف نے شیر بتایا ہے۔ اسی لیے تو

کہا کہ ہر تھیلے سے شیر نکلے گا۔ یعنی ساری کی ساری پارٹی یا ساری کی ساری حکومت تھیلا بند شیروں کی ہے۔ اب شیر کو شیر ہی کہیں گے چاہے وہ تھیلے میں بند ہو۔ تھیلے میں بند ہونے سے شیر کی جنس تو نہیں بدل جاتی۔

● دیکھا جائے تو امریکہ کا پاکستان سے سلوک اتنا برا بھی نہیں ہے۔ وہ دوروں پر ہمیں بلاتا ہے، پھر مہمان داری کا دائرہ وسیع کردیتا ہے اور ڈو مور کی فہرست ہمیں تھما کر تپاک سے رخصت بھی کرتا ہے۔ بھارت وہ خود جاتا ہے اور ایک لسٹ اسے پکڑاتا ہے کہ اس پر سب کچھ لکھ دو کہ وٹ کین آئی ڈو فار یو (What can I do for You?) گویا اس باب میں برابری ہوگئی۔ ایک لسٹ ہمیں دی تو ایک اسے بھی دی۔

اوباما کے دورۂ بھارت کے بارے میں خبر ہے کہ وہ اس دورے میں بھارتی یوم جمہوریہ کی پریڈ میں سلامی لیں گے اور سلامی پیش بھی کریں گے۔ پیش کی جانے والے سلامی میں ایک ''ریوڑی'' یہ بھی ہے کہ امریکہ، بھارت مل کر ڈرون طیارے بنائیں گے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ امریکہ کو آئندہ پاکستان پر ڈرون حملے کرنے کے لیے طیارے سات سمندر پار سے نہیں لانے پڑیں گے، یہیں جالندھر، امرتسر سے منگوا لیا کرے گا۔ یوں پاکستان اور بھارت میں ''قربتیں'' اور بڑھ جائیں گی۔ امریکہ اور بھارت مل کر اور بھی کئی جہاز اور دوسرے بڑے ہتھیار بنانے کے معاہدے کرنے والے ہیں۔

امریکہ نے پاکستان کو انتباہ کیا ہے کہ اوباما کے دورۂ بھارت کے دوران اس نے کوئی کراس بارڈر حرکت کی تو برا نتیجہ نکلے گا۔ یہ انتباہ برائے انتباہ ہے۔ پاکستان اب کوئی حرکت کرنے کے قابل رہا ہی کب ہے۔ ہم تو ''سکون اور سکوت'' کی اس دنیا میں پہنچ چکے ہیں کہ افغانستان اور ایران بھی جب چاہیں، ہمارے سر پر چپت رسید کر دیتے ہیں اور ہم کہتے رہ جاتے ہیں، اِب کے مار......!

بہر حال امریکہ کا سلوک پاکستان سے برا نہیں۔ ایک لسٹ وہ بھارت کو دیتا ہے تو ایک ہمیں بھی دیتا ہے۔ ہاں! لسٹ کی نوعیت کچھ الگ ہے تو وہ جیسی طلب، ویسی لسٹ والا ماجرا ہے۔

آئی ہیں بزمِ یار سے لسٹیں الگ الگ

خون دینے والے مجنوں کا مقام ہمیں ملا ہے اور چُوری کھانے والے مجنوں کا نصیب بھارت نے پایا ہے۔ بس اتنی سی بات ہے ورنہ سچ بات یہ ہے کہ امریکہ کا ہم سے سلوک کوئی برا نہیں......!

امریکہ اور پاکستان میں کئی ماجرے مختلف ہیں۔ مثلاً امریکہ بہت طاقت ور ملک ہے، ہم نہیں ہیں، وہ بہت مال دار ہے، ہم سدا کے دامن دراز۔ لیکن کچھ چیزیں ایک جیسی بھی ہیں۔ مثلاً امریکہ میں امریکی مفاد کو مقدم سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان میں بھی امریکی مفاد کو مقدم سمجھا جاتا ہے۔ امریکہ میں امریکہ کے خلاف تنقید برداشت نہیں کی جاتی۔ پاکستان میں بھی امریکہ پر تنقید برداشت نہیں کی جاتی۔ بھارت اس معاملے میں پاکستان کا ہم پلّہ نہیں ہے، وہ کم بخت تو اپنا مفاد ہی مقدم رکھتا ہے، خود غرض کہیں کا۔

● مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے، یہ حکومتی اور اداروں کی پالیسوں کا نتیجہ ہے لیکن غلط طور پر اس کا الزام مدرسوں پر لگایا جا رہا ہے۔

غلط طور پر نہیں، بالکل صحیح طور پر، اس لیے کہ امریکہ کی فرمائش ہے، مدرسوں سے ملک کو پاک کرو۔ مولانا فضل الرحمٰن نے لفظ غلط کا استعمال کر کے امریکہ کی شان میں توہین کی ہے جن کے نتائج کا انھیں اندازہ نہیں۔ حیرت در حیرت یوں ہے کہ 21ویں ترمیم منظور ہو چکی، پھر بھی انھوں نے یہ جسارت کی۔ وہ قضیہ نہیں سمجھ رہے ہیں۔ قضیہ یہ ہے کہ مدارس کا صفایا کرنا ہے۔ یہ مقصد ہے اور مقصد کا چوبارہ چڑھنے کے لیے سیڑھی اینٹ کی ہو یا بانس کی، دونوں ٹھیک ہیں، غلط کوئی نہیں۔ بھیڑ نشیب سے پانی پی رہی تھی، اوپر کی طرف بیٹھے شیر نے کہا، تمھاری وجہ سے میرا پانی گندا ہو رہا ہے۔ کیا کسی نے شیر کو غلط کہا تھا؟

شیر غلط ہو ہی نہیں سکتا۔ اس وقت شیر (امریکہ) کے کہنے کے مطابق داعش دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ہے۔ اس نے چند مہینوں میں ہزاروں افراد مار ڈالے۔ اور امریکی رپورٹیں ہی بتاتی ہیں کہ داعش میں کسی مدرسے کا کوئی طالب علم نہیں ہے۔ یورپ، امریکہ انڈونیشیا، کیریبین اور لاطینی امریکہ تک سے لوگ آ کر اس میں شامل ہو رہے ہیں۔ اور ان میں کوئی بھی مدرسے کا نہیں ہے، سب سکول، کالج بلکہ یونیورسٹیوں کے دہشت گرد ہیں لیکن شیر پھر بھی کہتا ہے کہ پانی نیچے سے گندا ہو کر اوپر آ رہا ہے تو نیچے ہی کی صفائی کرنا ہو گی۔

چنانچہ صفائی ہونے والی ہے، غلط اس میں کچھ بھی نہیں، شیر کبھی غلط کہتا ہے نہ غلط کرتا ہے۔ اور داعش پر ایک مزے کا قصہ بھی سن لیجیے۔ داعش کے سبھی دشمن ہیں۔ کیا امریکہ برطانیہ، کیا سعودی عرب بحرین اور کیا ایران اسرائیل۔ تیل کے حالیہ بحران میں ایران کی طرف سے پاکستان میں پٹرول کی سمگلنگ بڑھ گئی۔ یہ تیل کہاں سے آیا۔ نیٹ پر حیرت انگیز جواب کی تفصیلات چھائی ہوئی ہیں۔ یہ داعش کا تیل ہے جو پاسداران انقلاب حکامِ بالا سے بالا بالا برجستہ سودے بازی کر کے خریدتے اور ڈانگوں کے گز کے حساب سے بیچتے ہیں۔ کچھ ہماری مشکل آسان ہو جاتی ہے، کچھ ان کی جیب بھاری ہو جاتی ہے۔ دیکھا جائے تو اس میں بھی غلط کچھ نہیں۔ تیل تیل ہوتا ہے چاہے سرکاری کنوؤں سے آئے چاہے داعش کے مقبوضہ کنوؤں سے اور نوٹ چاہے جہاں کہیں کا بھی ہو، جیب کو اعتراض نہیں ہوتا اور جب جیب کو اعتراض نہیں تو ہم آپ نکتہ اعتراض اٹھانے والے کون! (روزنامہ نئی بات، لاہور، 23؍جنوری 2015ء)

☆......☆......☆

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501